

باب سوم

مطالعہ سیرت کی ضرورت و اہمیت

سیرت ہے تیری جوہر آئینہ تہذیب
روشن تیرے جلوؤں سے جہانِ دل و دیدہ

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ

”صرف ہم مسلمانوں کو نہیں بلکہ تمام عالم کو اس مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری کی ضرورت ہے جس کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ) ہے۔ یہ ضرورت صرف اسلامی یا مذہبی نہیں بلکہ ایک علمی ضرورت ہے، ایک اخلاقی ضرورت ہے، ایک ادبی ضرورت ہے، ایک تمدنی ضرورت ہے اور مختصر یہ ہے کہ مجموعہ ضروریات دینی و دنیوی ہے۔“ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

سیرت کا لغوی مفہوم

سیرت کے لغوی معنی ہیں: چل پڑنا، راستہ لینا، رویہ یا طریقہ اختیار کرنا اور عمل پیرا ہونا۔

اصطلاحی مفہوم

سیرت سے مراد کسی بھی شخص کے حالات زندگی لیے گئے ہیں۔ شروع میں یہ اصطلاح مغازی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوتی تھی، پھر آہستہ آہستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو گئی اور اب سیرت سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات و واقعات مراد لیے جاتے ہیں۔

سیرت نگاری کا آغاز پہلی صدی ہجری ہی سے ہو گیا تھا اور آج تک بغیر کسی تعطل کے جاری ہے اور ہر سیرت نگار کو یہ احساس ہوتا ہے گویا ابھی اس کام کا آغاز ہی ہوا ہے۔

آج علم سیرت ایک ایسا وسیع اور جامع علم ہے جس کے بہت سے حصے اور شعبے ہیں۔ ان میں سے ایک مستقل شعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ کی ضرورت و اہمیت واضح کرنا بھی ہے۔

قرآن فہمی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن ہر مسلمان کے لیے دستور العمل کتاب ہے۔ اس پر عمل کر کے ہی ہم شوکتِ دنیا اور نجاتِ آخر کے امیدوار بن

سکتے ہیں۔ جیسا کہ اقبال نے فرمایا:

گر تومی خواہی مسلمان زیستن

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت دریافت کیا تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ ترجمہ: ”قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق ہے۔“

چونکہ قرآن مجید حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ حکم ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ الاحزاب: 21)

ترجمہ: ”بے شک رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔“

تو اس بہترین نمونہ یا رول ماڈل پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا علم ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی محض ڈاکیا کی نہیں تھی (نعوذ باللہ)، جس طرح منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ شارح قرآن ہیں اور قرآن کی عملی صورت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (سورہ حشر: 7)

ترجمہ: ”اور جو کچھ رسول تمہیں دے دے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔“

اسی طرح تمام قرآنی احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، لین دین، طہارت کے مسائل، حلال و حرام، فرائض و احکام وغیرہ کی عملی تشریح حضور اکرم ﷺ کی زندگی سے ہی ملتی ہے۔ فرمان رسول ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ترجمہ: ”ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔“

حج کے احکامات کے متعلق فرمایا:

خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ

ترجمہ: ”مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔“

محفوظ سیرت

پوری انسانی تاریخ میں کسی شخص کے بارے میں اتنی چھوٹی چھوٹی اور گہری معلومات محفوظ نہیں کیں گئیں جتنی نبی پاک ﷺ کی صحابہ کرام نے محفوظ کر لی ہیں۔ آپ ﷺ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، گھریلو معاملات، نیادی معاملات، آپ کا حلیہ مبارک، قد، رنگ، حتیٰ کہ داڑھی کے کتنے بال سفید تھے، تک صحابہ کرام نے محفوظ کیا۔ اس کے برعکس کسی

”سرسے نبی کے بارے میں اتنی تفصیل سے معلومات نہیں ملتیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ آپ سے متصل نبی تھے، ان کے معنی سرخند رسل جیسا آدمی بھی شکوک میں مبتلا ہے آیا کہ حضرت عیسیٰ حقیقت میں تھے بھی یا نہیں۔

اقوام متحدہ کے ثقافت و تہذیب اور تعلیم و تمدن سے متعلق ادارے (UNESCO) کی رپورٹ کے مطابق:

”جس قدر کتب نبی اسلام کے بارے میں لکھی گئی ہیں اس کا عشر عشر بھی کسی ایک

شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا ہے۔“

سیرت نگاری کا سلسلہ پہلی صدی ہجری سے ہی بغیر کسی تعطل کے چلا آ رہا ہے اور اس میں روز بروز ترقی و اضافہ ہی ہوتا

چلا جا رہا ہے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ نے 1905ء میں آنحضور ﷺ کے حالات پر مبنی ایک کتاب

(Muhammad and the first Rise of Islam) میں اعتراف کیا کہ

”حضرت محمد ﷺ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کو ختم کرنا

ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف ہے۔“

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی زندگی کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہ چھوڑا کہ کسی اعتراض کرنے والے کو

اعتراض کا موقع ملے۔ جس طرح اللہ نے قرآن کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح اللہ نے قرآن ناطق کی زندگی بھی محفوظ فرمادی ہے

جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ و مینارہ نور کی سی حیثیت سے موجود ہے۔

ہمہ جہت سیرت

نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ زندگی کے تمام پہلوؤں اور ہر طائفہ انسانی کے لیے عملی ہدایت اور کامل اخلاق کا

مجموعہ ہے۔ ہر شخص خواہ وہ تاجر ہو یا خریدار، بادشاہ ہو یا رعایا، فاتح ہو یا مفتوح، معلم ہو یا متعلم، قاضی ہو یا منصف، امیر ہو یا

غریب، باپ ہو یا بیٹا، شوہر ہو یا بیوی، غرض جو کوئی بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو اس کی زندگی کے لیے نمونہ، سیرت کی درستی کے

لیے راہ ہدایت اور ظلمت کے لیے چراغ راہ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہمہ دم مل سکتا ہے۔ کیا

خوب کہا شاعر نے کہ

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری

آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

سید سلمان ندوی لکھتے ہیں کہ عزم و استقلال، شجاعت، صبر، شکر، توکل، رضا، تقدیر، مصیبتوں کی برداشت، قربانی،

قناعت، استغنا، ایثار، جود، تواضع، خاکساری، مسکنت، نشیب و فراز، بلند و پست تمام اخلاقی پہلوؤں کے لیے مختلف انسانوں کو

مختلف حالتوں میں، ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں۔ ہمیں عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت ہے جو صرف پیغمبر اسلام کی سوانح ہی میں مل سکتی ہے۔ (خطبات مدراس)

اتباع رسول ﷺ اور سیرت

اتباع رسول ہمارے لیے محبت الہی، دنیاوی ترقی اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (سورہ آل عمران: 31)

ترجمہ: ”فرمادیجئے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورہ النساء: 80)

ترجمہ: ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اتباع رسول اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں سیرت رسول عربی ﷺ کا علم ہو، کیونکہ گمراہی سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانا اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان کو پکڑے رکھو گے کبھی گمراہ نہ

ہو گے وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنت۔“ (الحدیث)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سنت اور سیرت رسول سے منہ پھیرنا دراصل گمراہی کے رستے پر چلنا ہے اور نجات کی راہ

صرف راہ نبوی ﷺ ہی ہے۔ بقول شاعر:

مضمر تیری تقلید میں عالم کی بھلائی

یہی میرا ایمان ہے یہی میرا عقیدہ

(حفظ تائب)

نبی اکرم ﷺ پر اعتراضات کا جواب

عالم کفر و زوال سے شان رسول میں ہرزہ سرائی کا مرتکب رہا ہے۔ بقول اقبال:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

مدینہ کے منافقین سے لے کر آج کے ملحدین تک سب اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ کسی طرح حضور ﷺ کی شان مسلمانوں میں کم کر دی جائے اور سب سب بڑا شیطانی ہتھکنڈا بھی یہی ہے کہ

روح محمدؐ ان کے جسموں سے نکال دو

اسلام کو تلوار سے پھیلنے کا الزام تراشتے ہیں اور کبھی ازواج مطہرات کے متعلق ہرزہ سیرائی کرتے ہیں۔ ان سب الزامات اور مستشرقین کی چالاکیوں کو سمجھنے اور ان کی اسلام کو غلط طور پر پیش کرنے کی سازش کا قلع قمع کرنے لیے مطالعہ سیرت بے حد ضروری ہے۔ ورنہ جدید ذہن اور ان سے متاثرہ لوگ، ایمان سے ہاتھ دھونے کی نوبت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسلام کا صحیح رخ پیش کرنا اور اس پر عمل کر کے ثابت کرنا ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔

سیرت رسول ﷺ اور ختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نعمت امت محمدیہ پر مکمل فرمادی، خاتم النبیین ﷺ کو بھیج کر سلسلہ نبوت ہمیشہ کے لیے ختم فرمادیا۔ حضور ﷺ کی زندگی آنے والے تمام انسانوں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دی گئی ہے۔ ایسے میں بعض فتنہ پرست مثلاً قادیانی حضرات مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں جو قرآن اور سنت کے من چاہے مفاہیم پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس فتنے سے بچنے کے لیے بھی ہمیں سیرت رسول ﷺ سے رہنمائی و ہدایت لینے کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کے پیغام کو عملی صورت میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جس سے آنے والے فتنوں میں ہمارے ایمان کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

دعوت دین اور سیرت نبوی ﷺ

دعوت دین وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ دعوت کا کام اگر اسلوب نبوی ﷺ سے ہٹ کر کیا جائے گا تو یہ الٹا دین کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں داعی کو دعوت کے کئی اسلوب اور مراحل ملتے ہیں کہ کس طرح آپ ﷺ نے کفار و منافقین کی جانب سے دی جانے والی اذیتوں کا سامنا صبر و استقامت سے کیا اور کئی لوگوں کو اپنے عمدہ اخلاق سے زیر کر لیا۔

موعظت، حکمت اور احسن جدال کا آپ ﷺ نے عملی نمونہ پیش کیا اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے پر بھی آپ ﷺ نے جس طرح ایثار و محبت کی مثالیں قائم کی ہیں۔ وہ سیرت رسول کا ایک روشن باب ہیں۔ حکمت، مخاطب کی نفسیات سے واقفیت، طریقہ دعوت، وقت دعوت، تکالیف، آزمائشیں، رکاوٹیں، طعن، تشنیع اور ان پر صبر و استقامت اور غنودہ و رگز رکا معاملہ فرمانا ایک داعی کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضور سے محبت ہماری روحانی غذا ہے

آج امت مسلمہ جس قدر پر اگندہ حال ہو چکی ہے اور انسان بھیڑیے کا روپ دھار چکا ہے۔ انسان، انسان کا دشمن بن چکا ہے۔ آج ہماری رو میں بیمار ہو چکی ہیں۔ انسان نفسیاتی مریض بن چکے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بھیڑوں کی طرح بھٹک چکے ہیں۔ ایسے میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے زخموں کا مرہم اور بیماریوں کا علاج بن سکتی ہے۔ آج کے سرمایہ دارانہ نظام زندگی نے ہمیں ہماری اصل بھلا دی ہے۔ خاندانی نظام بکھر رہا ہے۔ ہر شخص معاشی پریشانی کا شکار ہے اور بغیر کسی مقصد اور معیار کے زندگی بسر کر رہا ہے۔ ہمارے لیے معیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے، جس کے مطابق چل کر ہم اپنی پریشانیوں اور بیماریوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے لیے معیار صرف حضور کی ذات گرامی ہے جس سے ہماری کامیابی و ناکامی کا فیصلہ ہوگا جب تک ہم خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں نہیں رنگیں گے، فلاح ہمارا مقدر نہیں بن سکے گی۔

عصری مسائل کا حل

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنے والے تمام انسانوں کی بھلائی اور ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سیرت طیبہ میں رکھ دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات لازوال اور ہر دور کے لیے قابل عمل ہیں۔ اس لیے سیرت کا مطالعہ ہر دور میں مسلسل ہوتا رہے گا بلکہ آئے روز اس میں نئی جہتوں پر بھی کام ہو رہا ہے۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم عصری مسائل کا بہترین حل پیش کرتی ہے۔

تزکیہ نفس اور سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

تزکیہ نفس ایک اہم مقصد رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو قرآن و حکمت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ تزکیہ نفس سے ہی انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ سیرت طیبہ کے واقعات پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور انسان کا دل اچھے اعمال کی جانب راغب اور بُرائیوں سے متنفر ہو جاتا ہے۔



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت انقلاب

تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ نبی ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کے سب سے بڑے مدبر، منظم، سیاست دان اور رہبر و راہ نمائیں۔ آپ نے بہت تھوڑے عرصہ میں، کم وسائل اور محدود افرادی قوت کے ساتھ ایسا انقلاب برپا کیا جس کی نظیر ابتدائے آفرینش سے تاقیامت پیش نہیں کی جاسکے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت توحید سے اس انقلاب کی ابتدا کی اور حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیل دین کی بشارت دیتے ہوئے اس انقلاب کو مکمل فرمایا۔ آپ کی حکمت انقلاب: دعوت و تعلیم، ہجرت و جہاد اور صلح و امن کے معاهدات جیسے عظیم واقعات پر مشتمل ہے۔

اس باب میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت انقلاب کے پانچ پہلوؤں کو کریں گے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ہجرت مدینہ (2) مواخات مدینہ (3) بیثاق مدینہ (4) صلح حدیبیہ (5) خطبہ حجۃ الوداع۔

ہجرت مدینہ (13 نبوی 622ء)

ہجرت مدینہ اسلامی تاریخ کا ایک بہت بڑا باب ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی تاریخ کی ابتدا ہجرت مدینہ کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے۔

مکہ میں مسلمانوں کی تربیت اور ایمانی امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یشرب کی جانب ہجرت کا حکم فرمایا۔

اسباب ہجرت

اہل مکہ کا ظلم و ستم: اہل مکہ نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت خنیب رضی اللہ عنہ اور ایسے کئی مظلوم صحابہ ہیں جن پر اہل مکہ نے ظلم و جبر کی داستانیں رقم کیں۔ کفار کے اس ظلم و ستم اور قبول اسلام سے انکار پر مسلمانوں کا وہاں سے ہجرت کر جانا ایک فطری تقاضہ تھا۔

ہجرت حبشہ کا کامیاب تجربہ: ہجرت حبشہ مسلمانوں کے لیے ایک کامیاب تجربہ ثابت ہوا اور نجاشی کے بہترین حسن سلوک کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو بھی ہجرت پر آمادہ ہونے کا حوصلہ ملا۔

مدینہ میں اسلام کی اشاعت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ میں مدینہ کے لوگوں کے قبول اسلام کے بعد مدینہ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے اس اور خزرج کے قبائل نے اسلام میں داخل ہونا شروع کر دیا جس سے مدینہ میں مسلمانوں کے لیے ماحول سازگار ہو گیا۔

مدینہ کی دفاعی اہمیت: مدینہ کے تین جانب پہاڑی سلسلے تھے اور ایک طرف کھجوروں کے گھنے باغات تھے، اس لیے

اگر کوئی حملہ کرتا تو دفاع میں بڑی آسانی ہوتی اور تین اطراف محفوظ رہتیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے مدینہ سے اچھی جگہ کوئی نہیں تھی۔ قریش کی تجارتی شاہراہ بھی مدینہ کے قریب سے گزرتی تھی اس پر کنٹرول آسان تھا اور قریش کے اچانک حملے کا بھی خوف نہ تھا۔

اہل مدینہ کی دعوت: بیعت عقبہ اولی کے بعد ہی مدینہ والوں نے حضور اکرم ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور یقین دہانی کروائی کہ وہ اسلام کی جان و مال کے ساتھ حفاظت کریں گے اور اشاعت اسلام کریں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کی یہ دعوت قبول فرمائی اور ان سے مدینہ آنے کا وعدہ کیا۔

ہجرت کے واقعات

سفر ہجرت کی تیاری: حضور اکرم ﷺ اذن ہجرت ملتے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور ہجرت کرنے کا اذن سنایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمرکاب ہونے خواہش ظاہر کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چار ماہ قبل ہی اس مقصد کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک اونٹنی کی قیمت ادا فرمائی۔

گھر کا محاصرہ: قریش نے ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان لے کر حضور اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹایا اور مکہ والوں کی امانتیں واپس کرنے کا حکم دیا اور خود چپکے سے ہجرت کے ذکر ہوتے گھر سے نکل پڑے۔

غارِ ثور میں قیام: رات کی تاریکی میں حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ کے ساتھ مکہ سے نکلے اور غارِ ثور میں پناہ لی۔ دوسری طرف قریش کے نوجوان ساری رات حضور کا انتظار کرتے رہے۔ صبح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں سخت مایوسی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر بکریاں لے کر نکلے اور پیروں کے نقوش مٹا دیے۔ قریش کھوج لگاتے ہوئے غارِ ثور کے منہ کے قریب پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی اور آپ کے ساتھی کی حفاظت فرمائی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (سورہ الانفال) ”غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

قریش مکزی کے جالے کو دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ آپ ﷺ نے غارِ ثور میں تین دن قیام فرمانے کے بعد مدینہ روانہ ہوئے۔

سراقہ کا تعاقب: قریش نے اعلان کیا کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کو یا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قید کرے یا قتل کر دے اس کو سوا دینیاں انعام دی جائیں گی۔ سراقہ بن جحشم نے انعام کے لالچ میں آپ کا تعاقب کیا جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو گھوڑا بدم کا اور سراقہ پیچھے گر پڑا۔ وہ اٹھ کر پھر سوار ہوا اور قریب آیا تو گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ سمجھ گیا کہ حضور اکرم ﷺ پر قابو پانا ممکن نہیں۔ لہذا سراقہ نے جان کی امان چاہی اور ایک معافی نامہ لکھوا لیا اور واپس پلٹ گیا۔

قبائیں قیام: 8 ربیع الاول 13 نبوی کو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے رفقا کا مختصر قافلہ قبا پہنچا۔ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کے آنے کا اعلان کر دیا۔ لوگ ”اللہ اکبر“ کے نعرے لگاتے ہوئے جمال نبوی ﷺ سے بہرہ ور ہونے کے لیے دوڑ پڑے۔

نبی اکرم ﷺ نے چودہ روز قبائیں قیام فرمایا۔ کلثوم بن الہدم کو مہربانی کا شرف حاصل ہوا۔ قبائیں قیام کے دوران حضور اکرم ﷺ نے یہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد تھی قرآن میں اسے مسجد تقویٰ کہا گیا ہے۔
پہلا جمعہ: وادی قبا سے نکلے اور مدینہ منورہ کا قصد فرمایا۔ راستے میں مسجد بنی سالم میں، نماز جمعہ کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔

مدینہ میں استقبال: نماز جمعہ کے بعد حضور اکرم ﷺ جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کے داخل ہوتے ہی یثرب کا نام ”مدینہ النبی“ پڑ گیا۔ تمام اہل مدینہ دل و جان سے اس عظیم مہمان کا استقبال کر رہے تھے۔ تمام اہل مدینہ خوشی سے سرشار تھا اور مدینہ کا ذرہ ذرہ چمک رہا تھا۔ بچیاں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ اشعار پڑھنے لگیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا مادعی للہ داع

سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی میزبانی: مدینہ میں ہر شخص حضور اکرم ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن یہ سعادت حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ آپ ﷺ کی اونٹنی اُن گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے ابوالیوب کے گھر نو ماہ قیام فرمایا۔

ہجرت مدینہ کے اثرات و نتائج

ہجرت مدینہ انقلاب نبوی کا اہم قدم ہے، اس ہجرت کے بعد اسلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ہجرت مدینہ اشاعت اسلام آنے والی تمام فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اس ہجرت کے دور رس اثرات و ثمرات سامنے آئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ظلم و جبر کا خاتمہ: کفار مکہ نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا اور روزنی تکالیف مسلمانوں کا مقدر بنتی تھیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو اس ظلم و تشدد سے نجات مل گئی اور مسلمانوں کو ذہنی و جسمانی سکون میسر آ گیا۔

تاریخ اسلامی کا اہم موڑ: مولانا مناظر احسن گیلانی ہجرت مدینہ کو تاریخ اسلام کا اہم موڑ قرار دیتے ہیں۔ مسلمان اب تک گھٹن زدہ ماحول میں تھے۔ اب آزاد ماحول میں اسلام کے لیے کام کرنے کا موقع ملا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور بعد میں حج اور جہاد کے احکام آئے۔ اب تک مسلمان مغلوب تھے۔ اب اسلام کے غلبے کی طرف قدم اٹھا اور آٹھ سال کے اندر اسلام

پورے عرب پر غالب آگیا۔

اشاعت اسلام میں تیزی: مکہ میں کفار کی جانب سے بے شمار کاؤلوں کا سامنا تھا اب وہ سب ہتھی گئے تھے۔ دعوت و تبلیغ کے لیے ماحول سازگار تھا۔ اسی وجہ سے ہجرت کے چند ہی سال بعد اسلام عرب میں ہر طرف پھیل گیا اور عمر اکرم رضی اللہ عنہ نے خطوط کے ذریعے دوسرے ممالک میں بھی پیغام اسلام بھجوایا۔

مواخات: تاریخ انسانی نے آج تک اخوت و ایثار کی اس سے عمدہ مثال نہیں دیکھی۔ جہاں انصار نے مہاجرین کے لیے مال و متاع، گھر، جائیداد سب کچھ پیش کر دیا حتیٰ کہ وراثت میں بھی حصہ دیا۔ حضرت سعد بن رضیع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: میری دو بیویاں ہیں آپ جس کو چاہیں میں اسے طلاق دے دیتا ہوں لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے غیرت ایمانی اور خود داری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے بازار کا رخ فرمایا اور اپنے بھائی پر بوجہ نہ ڈالا۔ غرضیکہ انصار نے اپنے سب کچھ اپنے مہاجرین بھائیوں کے لیے نچھاور کر دیا۔

معاشی استحکام: مکہ میں مسلمان معاشی طور پر کمزور تھے، ہجرت کے بعد مسلمانوں کی معاشی حالت مستحکم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی برکت سے مسلمانوں کے حالات میں بہتری فرمائی۔ اب مسلمان معاشی، معاشرتی اور سیاسی طور پر مستحکم ہو گئے تھے۔

مسجد نبوی کی تعمیر: مسجد، اسلامی معاشرے کا ایک اہم ادارہ ہے جو معاشرے کی تعمیر و ترقی اور تزکیہ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مدینہ میں آکر مسجد کا قیام بہت ضروری ہو گیا تھا۔ ایسے میں نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی تربیت کے لیے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر فرمائی اور مسلمانوں کی دینی، سیاسی اور عسکری تربیت یہیں سے شروع ہوئی۔

پرامن ماحول: پرامن ماحول کسی بھی طرح کی سرگرمیوں کے لیے ناگزیر ہے مکہ میں ظلم و بربریت اور محض زور و ماحول میں اسلام کی اشاعت میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو ایک پرامن ماحول میسر آ گیا اسی پرامن ماحول میں تمام سرگرمیوں کے لیے اہم مرکز مہیا ہو گیا۔

اسلامی ریاست کا قیام: مدینہ میں اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ مدینہ کے تمام قبائل نے مجموعی طور پر حضور اکرم رضی اللہ عنہ کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا اور مل کر دفاعی معاہدات طے کر لیے۔

اسلامی معاشرے کا قیام: ہجرت مدینہ کے بعد اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں آیا اور شعائر اسلام کو عملی جامہ پہنایا گیا۔

ہجری کیلنڈر کی بنیاد: ہجرت مدینہ نبی کریم رضی اللہ عنہ کی حکمت انقلاب کا اہم پہلو ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ماہ و سال کا حساب رکھنے کے لیے اس عظیم واقعہ کو اپنے کیلنڈر کی بنیاد بنایا ہے۔ جب بھی سن ہجری لکھا جاتا ہے تو اس عظیم واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔